بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

پوری تاریخ گواہ ہے کہ تفرقہ خاندانوں، اداروں، کاروباری وحدتوں، قوموں، جماعتوں اور سلطنتوں کی بربادی کا باعث بنتا ہے۔ قرآن نے بھی اس گواہی پر اپنی مہرِ توثیق ثبت کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں کو گروہِ واحد کی حیثیت میں دیکھنا پسند کرتا ہے، اور زمین پر انسانی زندگی کا ابتدائی دَور، جبکہ حضرت آدم، حضرت حوّا اور اُن کی تیزی سے پھیلتی ہوئی اولاد ہی تک انسانی معاشرہ محدود تھا، صحیح معنوں میں وحدت کا دَور تھا۔ اس میں پہلا رخنہ قابیل کے جرمِ قتل سے پیدا ہوا۔ قرآن مجید میں ابتدائی دَورِ وحدت کا ذکر موجود ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۱۳ کے چند نکات ملاحظہ ہوں:

——— انسان پہلے پہل امتِ واحدہ ہی تھے۔

——— پھر یہ بات محذوف چھوڑی گئی، جو آیت کے اگلے حصے سے واضح ہو جاتی ہے کہ اس وحدت انسانی کو نزاعات و اختلافات نے مجروح کر دیا۔

——— پھر اللہ نے وقتاً فوقتاً بشارت سنانے اور انتباہ دینے والے انبیاء کو کتابِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ لوگوں کے اختلافات کو حل کر دیں۔

——— اور کتابِ حق کے مخاطب لوگوں ہی نے آپس کی دراز دستیوں کی بنا پر علمِ حق حاصل ہو جانے کے بعد اختلاف کیا۔

——— اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو اپنے اذن سے ہدایت دے کر اِن اختلافات

سے نکالا جو وہ حق کے معاملے میں رکھتے تھے

معلوم ہوا کہ سلسلۂ بعثتِ انبیاء (علیہم السلام) کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ وہ انسانوں کو حق کے بارے میں اختلافات سے نکال کر متحد کریں، نیز یہ کہ ایسے اختلافات سے نکلنا خدا کی طرف سے ہدایت مِل جانے کی نشانی اور ایمان کی ایک علامت ہے۔

آلِ عمران کی آیت ۱۰۳ میں خدا کے رشتے کو تھامنے اور تفرقے سے بچنے کو لازم و ملزوم قرار دیا گیا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی اور نعمت ہے کہ مومنین کے قلوب ایک دوسرے سے اس حد تک وابستہ ہوں کہ وہ بھائی بھائی بن جائیں۔ اور قرآن میں جگہ جگہ مسلمانوں کو دوسرے مسلمان کا بھائی کہا گیا ہے۔ اسی طرح آیت ۱۰۴ میں امتناعی حکم دیا گیا ہے کہ آپس میں تفرقہ پیدا نہ ہونے دو اور بیّنات کے آجانے کے بعد اُن پر نگاہیں مرتکز رکھنے کے بجائے اختلافات میں نہ پڑو۔ بصورت دیگر عذابِ عظیم کا خوف دلایا گیا۔ آیت ۱۰۵ میں آخرت کا نقشہ کھینچا گیا کہ وہاں جب کچھ چہرے روشن اور کچھ کلونسے ہوتے ہوں گے، یہ پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ یہاں آیت ۱۰۴ سے متصل اس آیت میں کفر کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کا کوئی نہ کوئی تعلق اختلاف و تفرقہ سے ہے۔ بات ختم اس پر ہوئی کہ اب عذاب کا مزہ چکھو۔

ان آیات کے بیچ میں آیت ۱۰۴، اور اس کے بعد پھر آخر میں آیت ۱۱۰ میں مسلمانوں کو اس نصب العین کی طرف توجہ دلائی گئی جو اگر فکر و عمل پر چھا جائے تو چھوٹے چھوٹے اختلافات اتنا زور نہیں پکڑ سکتے کہ مسلمان اور مسلمان کے درمیان دیواریں کھڑی ہوجائیں۔ اس مقام پر تو یہ بتایا گیا کہ تمھیں ایک جماعت بنا کر کھڑا اس مقصد کے لیے کیا گیا ہے کہ تم پوری انسانی دنیا کے سامنے معروف کا حکم دینے اور منکر سے باز رکھنے کے لیے نکلو۔ یعنی تمھاری ساری توجہ اسی مقصدِ اعلیٰ کی طرف ہے اور جو کوئی بھی اس بین الانسانی مقصد کا خادم ہو تم اس کے ساتھ اخوت کا رشتہ رکھو، تم سب کے سب اپنے آپ کو اسلام کی ہدایت کے مطابق نیکی کو قائم کرنے اور بدی کا قلع قمع کرنے والا ایک خدائی لشکر (حزب اللہ) سمجھو، اور اس لشکر کے سپاہی دل سے دل اور کندھے سے کندھا ملا کر بنیان مرصوص بن جائیں، مختلف اقوام اور خاندان اور نسلیں آ کر اس کی رجمنٹیں بنتی جائیں۔ آخر اتنا عظیم نصب العین رکھتے ہوئے تمھیں موقع کیسے ملتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے مفاد

اور جاہلانہ عصبیتوں اور علمی نکتہ آرائیوں پر دھڑے بنانے بھرو۔ تم تو میدانِ جنگ میں ہو۔
الانفال کی آیت نمبر ۴۶ میں خدائے برتر نے خبردار کیا کہ سیدھی طرح اللہ اور اس کے رسولؐ
کی اطاعت کرو۔ آپس میں نزاعات و اختلافات نہ اٹھاؤ۔ ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور
رعب داب سب ختم ہو جائے گا۔ پھر غزوۂ احد میں ظاہر ہونے والی کمزوریوں پر تنقید کرتے
ہوئے بتایا کہ ہماری طرف سے تمہیں مدد پہنچ گئی تھی مگر تم نے اس کا مشاہدہ کرنے کے باوجود
اختلاف کیا، تتر بتر پراگندہ ہوئے، تم نے نافرمانی کی اور ہم نے اپنی تائید کو کچھ دیر کے لیے
ہٹا لیا۔ تاکہ تم ایک لمحۂ آزمائش کا مزا چکھو۔

آیات کے علاوہ احادیث میں اس موضوع پر بہت سی رہنمائی موجود ہے۔ احادیث
میں مسلمانوں کی محبت باہمی (جس کا معیار قرآن نے اخوت مقرر کیا ہے) کو لازمۂ ایمان قرار
دیا گیا ہے (لا تؤمنوا حتی تحابوا) اس مقصد کے حصول کے لیے تمسخر، تنابز بالالقاب،
اسم الفسوق، غیبت، نجویٰ، بہتان، بغض، کینہ، حسد، تدابر و تجسس جیسے مفاسد کو ممنوع
قرار دیا گیا ہے۔ یہ احتیاط اتنی باریکی تک جاتی ہے کہ بیکار کی بحثا بحثی ناپسندیدہ ہے، ایک
شے کی خریداری کے لیے بیک وقت دو مسلمانوں کا بطور گاہک کے حریف و متقابل ہونا اور جہاں
ایک مسلمان نے نکاح کا پیغام دیا ہو وہاں اس کے مسترد ہونے سے پہلے دوسرے مسلمان کا
پیغام بھیجنا حضورؐ کی تعلیم کے خلاف ہے۔

غزوۂ بنی مصطلق کے سفر میں منافقین نے مہاجرین کے خلاف انصار میں عصبیت جاہلی
کی آگ بھڑکانا چاہی، مگر خدا کے رسولؐ نے حکمت و موعظت سے اسے بجھا دیا۔ نیز ہمیشہ کے
لیے کسی طرح کی عصبیتِ جاہلیہ کا علم اٹھانے اور نعرہ لگانے اور اس کی بنا پر کوئی معرکہ لڑنے
سے اُمت کو روک دیا۔ سرکارِ رسالت مآبؐ کا فرمانا تو یہ ہے کہ عصبیتِ جاہلیہ کے علمبردار
ہم میں سے نہیں، یعنی اُمتِ محمدیہ کے اساسی تصور ہی سے منحرف ہیں۔

میں نے ان چیزوں کو سامنے رکھ کر جب بھی غور کیا تو میرے دل پہ یہی حقیقت آشکارا

ہوئی کہ حضورؐ دُنیا میں ایک طرح کا نظامِ اخوت قائم کرنے آئے تھے ــــ دینی اخوت، سیاسی اخوت اور معاشرتی اخوت! اور اسی کے ساتھ میرے ذہن پر یہ راز بھی کھُلا کہ وہ وحدتِ اہلِ ایمان و اسلام جس کے بارے میں خدا نے حضورؐ سے فرمایا کہ آپ اگر تمام کی تمام دولت ارضی کو خرچ کر کے اس کے بل پر چاہتے کہ لوگوں کے دل ایک ہو جائیں تو ایسا نہ ہو سکتا، یہ جو ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے ہوا ہے۔

پس میں وحدتِ اُمت محمدیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث اور آپؐ کی طرف سے امانت سمجھتا ہوں، جس کا تحفظ و استحکام ایک ایک مسلم کا عمومی اور قائدین، علماء اور دانشوروں کا خصوصی فریضہ ہے۔ جس نے اس فریضے میں کوتاہی کی اس کی گرفت تو اپنی جگہ، آخر ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جن کی سرگرمیوں کا ماحصل ہی وحدتِ ملّت کے قلعے میں نت نئے شگاف پیدا کرنا، تازہ بتازہ جتھے اور ٹولیاں بنانا، مسجدیں اور مدرسے اور مناکحتیں الگ کرنا اور عامۃ المسلمین کو اشتعال دلا دلا کر آپس میں لڑانا ہے۔ ہمارے نبیؐ محبوب محبت کے نقیب تھے، اور جانشینانِ رسول نفرتوں کے مبلغ ہیں۔

کلامی اور فقہی بنیادوں پر وعظوں، تقریروں، بیانوں کا طوفان رہ رہ کر اُٹھانے والوں کی توجہ سب سے بڑے کام کی طرف نہیں جاتی کہ وہ عامۃ المسلمین کے سامنے بھی اور خاص طور پر اپنے عقیدت مندوں اور مریدوں کے سامنے بھی اقامتِ دین کے لیے جدوجہد کی تلقین کرنے کے ساتھ معاملاتی اخلاق کی تباہی کا ازالہ کرنے کے لیے کام کریں۔ سچے خدا پرستوں کو درد ہونا چاہیے اس بات کا کہ جھوٹ اور وعدہ خلافی، غیبت اور بہتان طرازی، قیمتوں میں ناروا زیادتی اور ماپ تول میں گڑبڑ اور اجناس میں ملاوٹ کی خرابی عام ہے۔ لوگ ایک دوسرے پر صریحاً ظلم کرتے ہیں، ہر قوت والا اپنے سے کمزوروں کا استحصال کرتا ہے، آمدنی بڑھانے کے لیے حرام ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں، رشوت کا دَور دَورہ ہے، قومی اموال و املاک اور مناصب کی امانتوں میں خیانت کا روگ عام ہے، اور آلودگیٔ قلب و نظر اور ناپاکیٔ خیال کی

کی دُنیا پھیلتی جا رہی ہے۔ ہمارے تفرقہ پسند علماء یہ بحثیں تو چھیڑتے ہیں کہ فلاں صحیح مسلمان اور فلاں غلط، فلاں محبِ رسولؐ اور فلاں قدر ناشناسِ رسولؐ (بلکہ حضورؐ کو بشر ماننے والوں کو توہینِ رسالت کا مجرم اور اس بنا پر کافر تک قرار دیا جاتا ہے)۔ اور فلاں کے پیچھے نماز ناجائز اور فلاں کے ساتھ قرابت و مؤانست حرام اور فلاں کے ساتھ کسی امرِ حق میں بھی تعاون کرنا جرم، مگر یہ حضرات اس پر زور نہیں دیتے کہ سچا خدا پرست اور محبِ رسولؐ وہ ہے جو اقامتِ دین کے نصب العین کے لیے اپنی تمام قوتیں وقف کر دے۔ دُنیا کے سامنے حق کا گواہ بن کے کھڑا ہو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے، اپنا پورا زور اُن مخالف دین عالمی نظریات و تحریکات کا طلسم توڑنے پر صرف کر دے جو مسلمانوں کو ایمان سے محروم کر کے الحاد اور مادہ پرستی اور فحاشی کی راہ پر لے جانا چاہتی ہے۔ وہ معاشرے کو تباہ کن احوال سے نکالنے کے لیے ایک ایک فرد کو تلقین کرے کہ وہ دل و نگاہ، دہن کو اور شکم کو حرام سے پاک رکھے۔ نیز تمام مسلمانوں میں وحدت و اخوت پیدا کرنے کے لیے سرگرم کار ہو۔

اِس وقت جو ہلاکت انگیز خرابیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اُن میں مسلم معاشرے کی اکثریت مبتلا ہے۔ اس اکثریت میں ہر فرقے اور گروہ کے لوگ شامل ہیں، غالباً کوئی مذہبی فرقہ اور دھڑا ایسا نہیں کہ جس میں کسی نہ کسی بگاڑ میں مبتلا لوگ موجود نہ ہوں، مگر اُن کے لیے یہی بات بڑا سرمایۂ اطمینان ہے کہ ہم فلاں بخشے بخشائے گروہ میں شامل ہیں یا فلاں حضرت کے کفش بردار ہیں، یا فلاں عالم کے مقرب ہیں۔ اور اُن کے پیشوا اس پر خوش کہ یہ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں، آخر ہمارے ہیں۔ کلامی اور فقہی جھگڑوں میں ہمارا ساتھ دیتے ہیں، ہماری پیروی کرنے والے انسانی ریوڑ کی تعداد میں اضافہ کا باعث ہیں، ان کے دماغ اور ان کے اموال ہماری قوت بڑھاتے ہیں۔ اور یہ ہمارے بنائے ہوئے گروہی عصبیت کے باڑے سے باہر قدم نہیں رکھتے اور نہ باہر کے کسی فرد کے لیے محبت و احترام کا جذبہ رکھتے ہیں۔ خواہ باہر کا آدمی نگاہِ حرام، کلامِ حرام اور رزقِ حرام سے اپنے آپ کو بچانے میں کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ دیتا ہو اور اتحادِ اُمت کے لیے کتنی ہی تگ و دو کرتا ہو۔ اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے کیسا ہی جذبۂ بے تاب کیوں نہ رکھتا ہو۔

آج تو وہ وقت آگیا ہے کہ تمام گروہوں کے علماء اپنے منبروں سے، صوفیا اپنے سجادوں سے، سیاسی اکابر اپنے اسٹیجوں سے اور صحافی اور ادیب اپنی دُنیائے قلم و قرطاس سے اُمّت محمدیہ کے ایک ایک فرد کو اس بات کی تعلیم دیں کہ وہ رشوت سے بچے، کسی پر ظلم نہ کرے، ناجائز طریقوں سے آمدنی نہ بڑھائے، سود کا لین دین نہ کرے۔ مال حرام سے بچے، جُرم و تشدد سے پرہیز کرے، توحید کا علمبردار بنے۔ رسولؐ کی پیروی کرے، مسلمانوں کے ساتھ اتحاد اور اخوت کا تعلق رکھے، اور ہر اُس کوشش میں تعاون کرے جو غلبۂ دین کے لیے کی جا رہی ہو اور غلبۂ دین کی مہم اس اخلاقی بگاڑ کے ہوتے ہوئے مشکل ہی سے آگے بڑھ سکتی ہے جو ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔

یہ کام اگر نورانی میاں کے ہاتھوں ہو تو برحق، اسے اگر جامعہ اشرفیہ لاہور اور جامع العلوم کراچی کے اکابر سرانجام دے سکیں تو مبارک، اہلِ حدیث برادران اس کے لیے اگر کچھ خدمت سرانجام دیں تو آنکھیں فرشِ راہ، اس کے لیے اگر تبلیغی جماعت کی سرگرمیاں فضا تیار کرنے میں ممد ہوں تو وہ قابلِ قدر۔ اسی طرح امت کے دوسرے فرقے اتحادِ مسلمین اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں کچھ کام کر دکھائیں تو وہ مقبول و مطلوب اور یہی اگر مارشل لاء اور قومی اتحاد کی موجودہ حکومت کے ہاتھوں ہو جائے تو مقامِ مسرت! اس میں حریفانہ و رقیبانہ احساسات کا کیا جواز!۔

اُمّتِ محمدیہ کے اندر عام حالات میں بھی، فرقہ وارانہ ذہنیت کو برسرِ عمل نہیں آنا چاہیے، کجا کہ موجودہ نازک ترین حالات میں، جبکہ خطرے باہر سے بھی جھانک رہے ہیں، مزاحمتیں اندر سے بھی ہو رہی ہیں، اور جو لوگ دین کی کچھ خدمت کرنے کے لیے میدان میں اُترتے ہیں، اُن پر پہلا قدم رکھتے ہی سنگ باری خود سرپرستانِ دین اور اجارہ دارانِ نظامِ مصطفےٰؐ ہی کی طرف سے ہو رہی ہے۔

کیا سنّت والا اسلام یہی ہے!

کچھ سوچیے، اور دین پر اور طریقِ سنّت پر اور اُمّتِ محمدیہ پر رحم کیجیے!

حضور نبی اکرمؐ نے اختلاف کو رحمت قرار دیا ہے، مگر جب کبھی اختلاف باعثِ زحمت

اور وجہ نزاع و تصادم بن جائے تو وہ صحت مند اختلاف نہیں ہے جو خیر و فلاح کا ذریعہ بنتا ہے۔

اس سلسلے میں چند باتیں بڑی اصولی ہیں۔

۱۔ اختلاف خدا اور رسولؐ کی رضا کے لیے کیا جائے۔ نفسانیت، بگڑی ہوئی نفسیات، ذاتی مفاد یا رنجش و حسد یا گروہی عصبیت کو اس میں دخل نہ ہونا چاہیے۔

۲۔ اختلافی امور میں مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا جائے۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں سے بڑے بڑے نتائج برآمد نہ کیے جائیں۔

۳۔ زبان شائستہ استعمال کی جائے اور جذبات کا دخل اظہار اختلاف میں اتنا زیادہ نہ ہو کہ اشتعال انگیزی کا رنگ پیدا ہو جائے۔

۴۔ مخاطب یا زیر تذکرہ فرد یا جماعت یا مسلک کو تحقیر اور تضحیک کا نشانہ نہ بنایا جائے۔

۵۔ اساسی ایمانیات میں اگر واضح خلل نہ پایا جائے تو کسی سے نہ ترکِ اسلام و کلام جائز ہے نہ نمازوں اور مسجدوں کی علیحدگی اور نہ دُنیا کے کاروبار یا ازدواجی تعلقات میں انقطاع۔ ایک آنکھ اگر چھوٹے چھوٹے اختلافات پر لگی ہے، تو دوسری سے اُس بڑے کلمۂ سوا پر بھی نگاہ رکھیے جو سرمایۂ اتحاد ہے۔

ان باتوں کا جب خیال نہیں رکھا جاتا تو اختلافات پہلے تفرقہ کا، پھر تصادم کا اور پھر تباہی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

میں نے پہلے بھی اپنا ایک کلیہ اس بارے میں بیان کیا تھا، اور اب پھر اُسے دوہراتا ہوں۔ وہ ہے "اختلافات کے باوجود اتحاد"۔ کسی نبی کی اُمت تو کیا، کسی ریاست، کسی معاشرے، کسی جماعت، کسی خاندان، اور کسی فرم کے لوگ بھی اس کلیے کے بغیر متحد نہیں رہ سکتے۔

اختلافات تو ہر انسانی اجتماع میں ناگزیر ہیں۔ مگر اُن کو وجہ تخریب بننے سے روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ اصولوں اور بنیادوں میں اتحاد کو مستحکم رکھتے ہوئے اختلافات کو ایسے مناسب حدود میں رکھا جائے کہ بنیادی اتحاد کو ضرر نہ پہنچا سکیں۔

نہ یہ ممکن ہے کہ اختلافات بالکل ختم ہو جائیں اور نہ یہ صحیح ہے کہ جہاں کوئی اختلاف ہوا آپ نے بنیادی اتحاد کے بندھن توڑے، بوریا بستر اُٹھایا، اصیل مُرغ (بقیہ اشارات ۴۸)